قسط ۳

آئینہ اہلحدیث

عبدالرشید انصاری

☆ایک اعتراض اور اس کا جواب☆

معترضین حضرات کو شاید غلط فہمی ہے یا ضد و عداوت' کہتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث ائمہ اربعہ کرام کے معتقد نہیں۔ جواباً نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنا عقیدہ پیش خدمت ہے۔ تعصب و تنگ نظری سے پاک ہو کر بنظر انصاف توجہ فرمائیے۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

ان چاروں ائمہ کرام میں سے جناب امام ابو حنیفہؒ ۸۰ ہجری میں بمقام کوفہ تولد ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں وفات پا گئے۔ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں بمقام مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں اسی مقام مقدس میں رحلت فرما گئے۔ جناب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ۱۵۰ ہجری میں بمقام غزہ (شام) میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ ہجری میں قاہرہ (مصر) میں وفات پائی اور امام احمد ابن حنبلؒ ۱۶۴ ہجری میں بغداد (عراق) میں تولد ہوئے اور اسی مردم خیز مقام بغداد میں ۲۴۱ ہجری میں وفات پا گئے۔

بہر حال یہ چاروں ائمہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کے سچے وفادار و تابعدار تھے۔ ہمارا ایمان و عقیدہ یہ ہے کہ یہ چاروں بزرگان دین بھی ملت اسلامیہ کی عزت و آبرو ہیں اور بوجہ اتباع رسول کریم ﷺ ہماری آنکھوں کے تارے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ ان کے دینی خدمات اور قرآن و حدیث و فقہ میں ان کے گرانمایہ کارنامے اور محنت و ریاضت ہم سب مسلمانوں پر احسان عظیم ہیں۔

اب غور طلب نکتہ یہ ہے کہ یہ ائمہ کرام جو ۸۰ سے ۲۴۱ ہجری تک مختلف ادوار میں گزرے ہیں' خود کسی امام معین کے مقلد نہیں تھے اور خود ان کے شاگرد بھی ان کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ اب ہمیں ان بزرگوں کے مقلد نہ ہونے پر معتوب کرنا آخر کونسی اسلامی خدمت ہے؟ ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین﴾ (النمل ۶۴)

ہم فقہائے کرام کے مساعی جمیلہ و اوصاف حمیدہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دین اسلام کے فقہی

مسائل میں انہوں نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ پوری امت مسلمہ تا قیام قیامت ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں ہمارے نزدیک انکے بارے میں جو شخص دل میں سوئے ظن رکھتا ہے یا ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی کا سوچتا ہے۔ یہ اس شخص کی بدنصیبی کی واضح علامت ہے۔ نیز ان ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔ باوجود ان سب کے کسی عالم دین کیلئے قرآن یا فرمان رسول ﷺ کے واضح احکامات کے مقابلے میں ائمہ کرام کے ارشادات کو واجب اطاعت ماننا حرام ہے۔ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ اترکوا قولی بکتاب الله کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو۔ اور آپ سے یہ بھی سوال کیا گیا۔ کہ آپ کے قول کے خلاف اگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل جائے؟ تو جواباً فرمایا اترکوا قولی بخبر رسوله الله صلی الله علیه وآله وسلم دریافت کیا گیا اگر آپ کے قول کے خلاف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار مل جائیں تو کیا کرے؟ تو آپ نے فرمایا میرا قول اور فتویٰ چھوڑ دو۔ ''روضۃ العلماء'' میں صاحب ہدایہ سے یہی منقول ہے۔

اس عقیدے و نظریے کی تائید میں جماعت اہلحدیث کے ترجمان مولانا داود غزنوی کا نظریہ پیش کرتا ہوں۔ واقعے کا راوی امیر جماعت تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ہے مولانا داود غزنویؒ نے منٹگمری کے خطبہ جمعہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ''اگر چہ ہم اہلحدیث آئمہ اربعہ سے اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے یا قدر و منزلت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اللہ شاہد ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کا اسی قدر احترام موجود ہے جس قدر ان کے معتقدین کے دلوں میں ہے۔ لیکن ان سے اختلاف کرنے پر مجبور اس لئے ہو جاتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت ہمارے دلوں میں بہر حال ان سے زیادہ ہے۔''

ہم ان سب ائمہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے محافظ و خدمت گزار بلکہ ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ جو کوئی بھی اللہ کے ولیوں کی عداوت پر اتر آئے تو گویا وہ اللہ سے اعلان جنگ کرتے ہیں۔ ان کو یہ حدیث مد نظر رکھنی چاہئے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:ان الله قال''من عادى لی وليا فقد اذنتة بالحرب''(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ۱۱/ ۳۴۸)

برصغیر پاک وہند کے ایک فاضل مورخ' ادیب بے نظیر' اسلامی مفکر علامہ سید سلمان ندوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ایمان افروز تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے تراجم علمائے حدیث ہند پر اپنے گراں قدر مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے۔ ''مولانا ملک ابو یحییٰ امام خان نوشہرویؒ نے ہندوستانی علمائے اہلحدیث کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ مگر ان کے

موضوع کا دائرہ جتنا تنگ ہے۔ ان کے عمل کا دائرہ اتنا تنگ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس میں عملاً علمائے اہلحدیث کے علاوہ ایسے علماء حدیث کے حالات بھی شامل کئے ہیں۔ جو غلو اور افراط سے خالی' توحید و سنت کے متبع اور سلف صالحین کے پیرو ہیں اور حق کو کسی امام خاص میں منحصر نہیں سمجھتے۔

باقی میں اپنی نسبت کیا کہوں۔ دوستاں ایں تہمت شیوہ ء سانیست کنند میں سنت کا پیرو اور توحید خالص کا معتقد ہوں اور سنت کو دلیل راہ مانتا ہوں۔ اور علماء کیلئے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا جانتا ہوں۔ مختصراً حق کو صرف آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک میں منحصر نہیں سمجھتا۔ اس پر آپ مجھے جو چاہے سمجھ لیں۔

آزاد رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کُل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

بہر حال حقیقت و نوعیت جو کچھ بھی ہو مؤلف کی ان کوششوں کی بدولت اپنی بڑی کمی پوری ہوئی۔ (مقدمہ صفحہ ۳۳)

اہلحدیث کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں' بلکہ نقش قدم ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ جس تحریک کو لیکر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ' توحید خالص' اتباع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گزرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے۔ بہر حال اس تحریک سے جو اثرات پیدا ہوئے اس زمانے سے آج تک ہمارے دور ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش پیدا ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید و لائق شکریہ ہے۔ بہت سے بدعتوں کا استیصال ہوا' توحید کی حقیقت نکھر گئی اور قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا' قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جڑ گیا' تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک و احادیث مبارکہ سے استدلال کی خو پیدا ہوئی' اور قیل و قال کی مکدر گھڑوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ معین کی طرف واپسی ہوئی۔ اس دور کے اکابر و مشاہیر کے احوال پر مشتمل اور زمانہ حال کے بہت سے ناموروں کے سوانح پر حاوی یہ اوراق ہیں۔ (صفحہ ۳۶)

آخر میں مولانا مرحوم نے ان دعائیہ الفاظ پر اپنا مقالہ ختم فرمایا ہے "اللہ تعالٰی مؤلف کو جزائے خیر دے اور قارئین کو ان بزرگوں کے کارناموں کی قدر کرنے کی توفیق بخشے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم کی صحیح پیروی کی دولت نصیب کرے۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ سید سلمان ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۳ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء

تاریخ اسلام میں وادی سندھ کو باب الاسلام کے معزز نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مردم خیز سرزمین اور علم و دانش کا گہوارہ بھی تین صدیوں تک اہلحدیثوں کا مرکز رہا۔ تاریخ کے مطابق یہاں آنے والے فاتحین تابعین کرام سے محدثین کرام تک سب کے سب عامل بالحدیث تھے۔ اور توحید و سنت کے حامل و شیدائی تھے۔ اسی وجہ سے دیبل ٹھٹھہ اور منصورہ میں حدیث کی عظیم درسگاہیں تھیں' جو بغداد و دمشق سے کسی طرح کمتر نہ تھیں۔ اس سرزمین سے حدیث نبوی کی خوشبوئیں آتی رہیں اور کلام نبوی کے گلدستے سے علم حدیث کے شائقین کرام اپنے قلوب سجاتے رہے۔

علی ھذا القیاس برصغیر پاک و ہند میں علمی و دینی مرکز ہونے کے اعتبار سے سرزمین دہلی صدیوں سے علم و فضل اور تحقیق و دانش کا منبع و مرکز رہی ہے۔ یہ شہر بھی اہل حدیث اصحاب کی بدولت بلکہ علامہ سید سلیمان ندوی کے بقول پورا برصغیر پاک و ہند حدیث و سنت کی خوشبوؤں سے گونج اٹھا۔

سید ابوالحسن علی ندوی المعروف علی میاں مرحوم کا مختصر مگر جامع تبصرہ ملاحظہ فرمائیں جو جماعت اہلحدیث کے ترجمان مولانا سید داؤد غزنوی کی دعوت استقبالیہ کے موقع پر لاہور شہر میں بیان فرمایا تھا: میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جماعت اہلحدیث کی خصوصیات اور اس جامعیت کا تذکرہ کیا۔ جس کا کامل مظاہرہ حضرت مولانا اسماعیل شہید اور ان کے عالی مقام رفقاء نے کیا تھا۔ (حوالہ سید غزنوی)

برصغیر کے نامور مورخ شیخ محمد اکرم نے اپنی کتاب "موج کوثر" میں لکھا ہے:

"قارئین کرام! یہاں ان بزرگوں کا تذکرہ مقصود ہے جو اہل حدیث کے نام سے مشہور ہیں اور جن میں کئی نیک' ایثار پیشہ' متقی اور پرہیزگار حضرات' کئی علماء متبحر شامل تھے۔ مولانا ولایت علی صادق پوری عظیم آبادی کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان کی اور ان کے جانشینوں کی کوشش زیادہ جہاد بدنی کے لئے وقف رہیں۔ اور سب اہل حدیث بزرگوں نے اپنے آپ کو جہاد بالتعلم اور جہاد باللسان کے لئے وقف رکھا۔ جنگ آزادی کے بعد علمائے دیوبند کے ساتھ ساتھ علمائے اہل حدیث نے تین باتوں میں امتیاز حاصل کر لیا:

اول حدیث کی اشاعت میں: جس کے لئے کئی مدرسے قائم ہوئے اور فضلائے حدیث کے درس کا انتظام ہوا۔

دوسرے عیسائیوں' آریہ سماجیوں' مرزائیوں اور شیعوں کی مخالفت میں: جس کے لئے صدہا کتابیں اور رسالے تصنیف کئے گئے۔ سینکڑوں جگہ مناظرے کئے۔

تیسرے شرک و بدعت کی مخالفت میں: انیسویں صدی کے نصف آخر میں جن علمائے اہل حدیث نے نام پایا

ان میں نواب صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی اور سید نذیر حسین محدث خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ (ص ۶۵)

اس دور کے ایک دوسرے بزرگ جن کا فیض نواب صدیق حسن خان سے بھی زیادہ پھیلا' وہ نذیر حسین محدث دہلوی تھے۔ شمالی ہندوستان کے علمائے حدیث کی سندیں آپ تک جاملتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو شیخ الکل کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (صفحہ ۶۸)

"فرقہ اہلحدیث کی خدمات" کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع تبصرہ فرمایا ہے: اہلحدیث کی مرکزی جماعت اہلحدیث کانفرنس امرتسر تھی اور اس کے سرگرم کارکن مولوی ابوالوفا' مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ جنہوں نے آریہ سماج اور قادیانی جماعت کے ساتھ مباحثوں میں بڑا حصہ لیا۔ اہلحدیث تقلید فقہاء کے قائل نہیں' لیکن یہ صحیح ہے کہ اسلامی روایات کو برقرار رکھنے اور دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے اور ردشرک وبدعت میں یہ جماعت سب سے آگے ہے۔ مسلمانوں کو فضول رسموں سے بچانے' شادی بیاہ' ختنے و تجہیز و تکفین کی فضول خرچیوں سے روکنے اور پیر پرستی و قبر پرستی کے نقائص دور کرنے میں اس جماعت نے بڑا کام کیا ہے۔ (صفحہ ۷۲)

شیر پنجاب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری عظیم المرتبت مناظر اسلام تھے۔ آریہ سماج ہندوں کی جماعت نے علمائے دیوبند کو مناظرے کی دعوت دی۔ تو دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے ناظم اعلیٰ و مہتمم شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے بذریعہ تار مولانا ثناء اللہ امرتسری کو دیوبند بلایا۔ مولانا اپنے استاد گرامی کا تار ملتے ہی دیوبند روانہ ہوئے۔ جب شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسمی دعاو سلام کے بعد بتایا کہ ثناء اللہ آپ کو آریہ سماج ہندوؤں سے مناظرہ کروانا ہے۔ تو مولانا مرحوم نے بطیب خاطر یہ حکم مان لیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا حضرت اگر یہ لوگ میری سند کے بارے میں دریافت کریں تو کیا جواب دوں؟ چنانچہ مولانا شیخ الہند نے فوراً مولانا ثناء اللہ کو دارالعلوم دیوبند کی سند فراغت پیش کردی' جو ان کے اہل حدیث ہونے کی وجہ سے روک رکھا تھا۔ انہوں نے آریہ سماج والوں سے ایک زبردست سنسنی خیز مناظرہ کیا اور دشمن اسلام متعصب آریہ سماج کے مناظر کو عبرتناک شکست سے دوچار کردیا۔ اور میدان مناظرہ نعرہ تکبیر کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

تحریک اہلحدیث کے ایک قابل قدر فرزند قاضی محمد سلیمان منصورپوری علم و عمل اور زہد و فضل کے جامع تھے۔ صاف دل اور روشن دماغ تھے۔ ان کے جدید و قدیم خیالات حد اعتدال پر تھے۔ عربی زبان اور علوم دین کے متبحر عالم تھے۔ تورات وانجیل پر فاضلانہ و ناقدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں متعدد یادگاریں چھوڑیں' جن میں سے "رحمتہ للعالمین" سب سے مشہور ہے۔ قارئین دیکھیں گے کہ ایک محب رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلم سے علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کیساتھ نکتہ رسی و دیدہ وری کی کیا کیا گل کاریاں کی ہیں۔ اس میں سوانح اور واقعات کیساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنے اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے رد میں قابل قدر مواد ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی رائے: اگرچہ اردو میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر بیشمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ تاہم ان کتب میں چند ہی ایسی ہیں۔ جن کے اندر واقعات کی صحت بیانی کا کماحقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان چند کتب میں قاضی صاحب کی رحمت للعالمین سر فہرست ہے۔

مولانا مفتی محمد حسنؒ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور نے مولانا داؤد غزنویؒ کے بارے میں فرمایا: مولانا داؤد غزنوی ایک بہت بڑے ولی کے صاحبزادے ہیں اور خود بھی ولی اللہ ہیں گویا ولی ابن ولی ہیں۔ مولانا داؤد غزنوی کو نسبت باطنی حاصل ہے اور نسبت باطنی ایک دولت عظمیٰ ہے جو مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد ایک بندے کو اپنے اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ داؤد غزنوی علم میں بے نظیر، عمل میں بے نظیر اور تواضع میں بے نظیر ہیں وہ ان اوصاف میں حد کمال تک پہنچے ہوئے ہیں (بحوالہ سید داؤد غزنوی صفحہ ۱۹۰)

مولانا عبد الرحمن صاحب ابن مولانا مفتی محمد حسن لاہوری کا اعتراف: مجھے خود مولانا داؤد غزنوی سے دلی انس تھا وہ جب بھی تشریف لاتے میں نہایت دلچسپی سے ان کی باتیں سنا کرتا تھا اور میرا جی چاہتا تھا کہ مولانا تشریف فرما رہیں اور میں انہیں یوں ہی دیکھتا رہوں۔

مندرجہ بالا آراء گرامی کے مطالعے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جماعت اہلحدیث کے قائدین نے تاریخ کے ہر دور میں نہایت ہی نامساعد حالات کے باوصف دینی اسلامی، قومی، وطنی، کارہائے نمایاں اور قابل تحسین خدمات سر انجام دی ہیں اور اپنی اپنی مقدس زندگیاں قرآن و سنت کی اشاعت، تبلیغ اسلام، تدریس قرآن پاک و فرمان رسول مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تبلیغ کیلئے وقف کئے۔ ﴿ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين اٰمنوا ربنا انك رؤوف رحيم ٥﴾ (الحشر ۱۰)

جاری ہے